حضرت
خواجہ نظام الدین اولیاءؒ



حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

تصنیف

مولوی برہان احمد ظفرؔ درانی

نام کتاب	:	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
تصنیف	:	مولوی برہان احمد ظفؔر درانی
شائع کردہ	:	ظفر اینڈ سنز، قادیان
سن اشاعت	:	جون ۲۰۰۴ء
تعداد	:	تین ہزار
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

"مجاھدات عجیب اکسیر ہیں سید عبد القادر رضی اللہ عنہ نے کیسے کیسے مجاہدات کئے۔ ہندوستان میں جو اکابر گزرے ہیں جیسے معین الدین چشتی اور فرید الدین رحمہم اللہ تعالیٰ اُن کے حالات پڑھو تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے مجاھدات ان کو کرنے پڑے ہیں۔ مجاھدہ کے بغیر حقیقت کھلتی نہیں۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ: ۲۴۲)

"اسلام میں عمدہ لوگ وہی گذرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دُنیا کی کچھ پروا نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدینؒ اور معین الدینؒ خدا کے اولیاء گذرے ہیں۔ ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے اُن کی عزت کو ظاہر کر دیا۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ: ۲۴۸-۲۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

تعارف

پیارے بچو! اگر آپ دہلی جائیں اور سفر بھی ریل سے کریں پھر ہر اسٹیشن کو غور سے دیکھیں تو ایک اسٹیشن کا نام حضرت نظام الدین بھی پڑھنے کو ملے گا۔ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں سے جو ریل گاڑیاں چلتی ہیں اُن میں سے بہت سی گاڑیاں حضرت نظام الدین اسٹیشن پر رُکتی ہیں اور اگر وہاں آکر سفر ختم نہ بھی کریں تو اس اسٹیشن سے وہ گزرتی ضرور ہیں۔

دہلی کا ایک مشہور و معروف علاقہ اسی نام سے جانا جاتا ہے۔ اگر آپ کو دہلی جانے کا اتفاق ہو تو آپ بھی حضرت نظام الدین ضرور جائیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہاں کیا ہے؟ جب آپ جائیں گے تو ایک بہت بڑا گمنبد دور سے دکھائی دیگا اور وہاں جانے کے لئے دو تین طرف سے راستے ہیں۔ دراصل یہاں ایک عظیم بزرگ اور ولی اللہ کا مزار ہے جن کا نام حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ تھا۔ اور آپ ہی کے نام سے یہ جگہ مشہور ہے اور اسی نام سے ہی اسٹیشن کا نام بھی پڑا اور یہاں کا اسٹیشن بھی اس مزار سے بہت زیادہ دور نہیں ہے۔ نیک لوگ ہمیشہ ہی ان بزرگوں کی قبروں پر جاتے اور وہاں دُعا کرتے ہیں۔

پیارے بچو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب دہلی تشریف لے گئے تھے تو آپ نے بھی دہلی کے معروف اولیاء کے مزارات پر جانے کا ارشاد فرمایا تھا اور آپ گئے

بھی۔اس سلسلہ میں ملفوظات میں اس طرح سے درج ہے کہ:

’’صبح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مردانہ مکان میں تشریف لائے۔ دہلی کی سیر کا ذکر درمیان میں آیا۔فرمایا:

لہو ولعب کے طور پر پھرنا درست نہیں۔البتہ یہاں بعض بزرگ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں اُن پر ہم بھی جائیں گے۔

عاجز (یعنی حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ:

ایسے بزرگوں کی فہرست بناؤ تا کہ جانے کے متعلق انتظام کیا جائے حاضرین نے یہ نام لکھائے۔

(۱) شاہ ولی اللہ صاحبؒ (۲) خواجہ نظام الدین صاحبؒ (۳) جناب قطب الدین صاحبؒ (۴) خواجہ باقی باللہ صاحبؒ (۵) خواجہ میر درد صاحبؒ (۶) جناب نصیر الدین صاحب چراغ دہلیؒ۔(ملفوظات جلد ۸، صفحہ:۱۶۶-۱۶۷)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

’’ڈاکٹر (یعقوب بیگ صاحب) کو مخاطب کر کے فرمایا:

آج کہاں کہاں کی سیر کی۔

انہوں نے عرض کی کہ فیروز شاہ کی لاٹ، پرانا کوٹ، مہابت خاں کی مسجد، لال قلعہ وغیرہ مقامات دیکھے۔فرمایا:

ہم تو بختیار کاکی نظام الدین صاحب اولیاء، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ اصحاب کی قبروں پر جانا چاہتے ہیں۔دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمین کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے ہیں اور نہ ملاقات کے قابل ہیں۔اس لئے جو اھل دل لوگ ان میں

سے گزر چکے ہیں وہ زمین کے اندر مدفون ہیں۔ان سے ہی ہم ملاقات کرلیں تا کہ بدوں ملاقات تو واپس نہ جائیں۔ میں ان بزرگوں کی یہ کرامت سمجھتا ہوں کہ اُنہوں نے قسی القلب لوگوں کے درمیان بسر کی۔اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جوان لوگوں کونصیب ہوئی۔

چشم	بازو گوش	بازو ایں ذکا
خیرہ	ام ازچشم	بندیٔ خدا

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۷۹)

پیارے بچو! دہلی کے یہ بزرگ کس پائے کے تھے کہ اس زمانہ کے امام مہدی علیہ السلام جن کو سلام پہنچانے کا ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ ان بزرگوں کی مزار پر پہنچے اور نہ صرف سلام پہنچایا بلکہ وہاں دُعا بھی کی۔اب آپ بتائیں کہ کیا آپ لوگ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے تعلق سے کچھ جانتے ہیں کہ وہ کون تھے؟نہیں جانتے تو چلوآج تمہیں ان کے متعلق کچھ بتاتے ہیں۔

نسب نامہ

پیارے بچو! حضرت خواجہ نظام الدین کا اصل نام سید محمد تھا اور لقب نظام الدین۔اور لقب ہی آپ کا عرفِ عام ہو گیا اور ہر کوئی آپ کو اسی نام سے جانتا ہے۔ آپ کے والد کا نام سید احمد بن علی تھا۔آپ کے والد سادات حُسینی میں سے تھے اور والدہ کا نام زلیخا بی بی تھا۔نانا سید عرب اور دادا سید علی دونوں ہم جد تھے اور بخارا کے رہنے والے تھے۔وہاں سے ہجرت کر کے یہ خاندان لاہور آیا اور کچھ عرصہ لاہور میں

رُک کر بدایوں چلا آیا۔ اور یہاں پر ہی بود و باش اختیار کر لی اور یہ جگہ مشائخ اور سادات کا مسکن تھا۔ ان میں سے اکثر لوگ ایران و خراسان سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔ آپ کی پیدائش ۶۳۶ھ میں اسی شہر بدایوں کے محلّہ پٹنگی ٹولہ میں ہوئی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی پیدائش جس گھر میں ہوئی تھی وہ آج تک موجود ہے اور اس گھر کا مالک ایک غیر مسلم ہے۔

بچپن اور تعلیم

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا بچپن بڑی تنگی میں گزرا آپ کی عمر ابھی چھوٹی ہی تھی یہی کوئی پانچ سال کی جب آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کا سایہ اُٹھ گیا تو ساری ذمہ داری والدہ پر آ پڑی آپ کی والدہ بڑی ہی نیک خاتون تھیں۔ آپ کی والدہ نے بڑی ہی شفقت اور پیار سے آپ کی پرورش کی۔ آپ کی تربیت خاص کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھیں۔ جب آپ کچھ بڑے ہوئے جو کہ پڑھنے لکھنے کی عمر ہوتی ہے تو آپ کی والدہ نے آپ کو بدایوں کے ایک جیّد عالم کے پاس پڑھنے بھیج دیا۔ اس طرح آپ کے جو سب سے پہلے استاد بنے اُن کا نام تھا مولانا علاؤالدین اُصولی۔

آپ بڑے شوق سے اپنے استاد سے تعلیم حاصل کرتے رہے اور جس قدر بھی آپ کے ساتھی تھے اُن سب سے زیادہ آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے جلد از جلد اپنی تعلیم مکمل کر لی۔ آخر بدایوں میں رہتے ہوئے ہی ایک دن وہ بھی آ گیا کہ آپ کی دستار بندی ہونی تھی۔ کیونکہ جو تعلیم مکمل کر لیتا تو اسکی دستار

بندی کی جاتی تھی۔ آپ کسی بڑے گھرانے سے تو تھے نہیں غربت تھی فقیرانہ زندگی اختیار کی ہوئی تھی دستار تک کا انتظام نہ ہوسکتا تھا۔ والدہ سے ذکر کیا تو آپ نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ بیٹا فکر نہ کرو۔ میں کوئی انتظام کرتی ہوں۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کی والدہ نے روئی خرید کی اسکو کات کر سوت بنایا اور پھر دستار کے لئے کپڑا تیار کر کے دیا۔ اس طرح آپ کی دستار بندی کا انتظام ہوا۔

پیارے بچو! آج کا ہمارا زمانہ تو پہلے جیسا نہیں ہے آج دنیا کی ہر نعمت ہر جگہ مل جاتی ہے لیکن اس زمانہ میں کھانے پینے کی چیزیں میسر آنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا پیارا بنانا چاہتا ہے اُن کے وہ ہر طرح سے امتحان لیتا رہتا ہے اور دیکھتا ہے کہ میرا یہ بندہ حقیقت میں میرا ہوا بھی ہے کہ نہیں۔ تو بچو! خواجہ صاحبؒ بچپن ہی سے ہمیشہ ہر امتحان میں پڑتے رہے اور کامیاب ہوتے تھے اور آپ کو اگر کوئی تنگی آجاتی تو آپ بہت خوش ہوتے کیونکہ ہر تنگی کے بعد خوشی کا آنا ضروری ہے۔ جس طرح ہر رات کے بعد دن آتا ہے۔

سیر الاولیاء کے مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے گھر میں جب کچھ بھی کھانے کو نہ ہوتا تھا تو آپ کی والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ اور اس جملہ کو سُن کر خواجہ صاحبؒ بہت خوش ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی خدا کا بندہ آپ کی والدہ کو بہت سا غلہ دے گیا۔ بس والدہ گھر سے غلہ نکالتیں اور کھانا تیار ہو جاتا۔ اور خواجہ صاحبؒ بڑے اشتیاق سے اس جملہ کی انتظار میں ہوتے جو اُن کی والدہ کچھ نہ ہونے پر بولا کرتی تھیں۔ کافی دن گزر جانے پر آخر آپ کی والدہ نے ایک شام کو یہ فرما ہی دیا کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ تو خواجہ

صاحبؒ کہتے ہیں کہ یہ جملہ سُن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آج ایک عرصہ کے بعد ہم اللہ کے مہمان ہوئے ہیں۔ یہ آپ کے شکر خداوندی کا ایک نمونہ تھا۔

آپ کی عمر کوئی پندرہ سولہ برس کی ہوگی کہ آپ کی والدہ آپ کو لیکر دہلی آ گئیں۔ اس وقت دہلی پر سلطان ناصر الدین محمود کی حکومت تھی سارے ہندوستان کی دولت دہلی میں آ رہی تھی اس وقت ارزانی بہت تھی ہر چیز سستی مل جاتی تھی۔ لیکن اللہ کی قدرت کہ ایسے ارزانی کے دور میں بھی حضرت نظام الدینؒ کو اس وقت کبھی اتنی مالی فراوانی میسر نہ تھی کہ آپ اپنے افراد خانہ کے لئے پوری خوراک مہیا کر پاتے۔ کہتے ہیں کہ خربوزہ کی فصل تیار ہونے پر خربوزہ خوب دہلی میں آتا اور سستا ہوتا لیکن بعض اوقات اس وقت اتنے بھی پیسے نہ ہوتے کہ خربوزہ خرید سکیں اور ساری فصل گزر جاتی مگر خربوزہ چکھنا تک نصیب نہ ہوتا اور یہی دُعا کرتے کہ اگر نصیب نہیں تو باقی فصل بھی یوں ہی گزر جائے۔

پیارے بچو! حضرت خواجہ نظام الدینؒ اس حالت میں بھی کبھی زبان پر کوئی شکوہ نہ لاتے دراصل اللہ تعالیٰ آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز کرنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی والدہ کا آپ کو دہلی لیکر آنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ تا آپ وہاں کے علماء اور فضلاء کی مجالس میں بیٹھیں اور علم حاصل کریں کیونکہ اس زمانہ میں دہلی علم کا گہوارہ تھی۔ آپ نے مولانا شمس الدین خوارزمی کی شاگردی اختیار کرلی۔ ان دنوں مولانا درس دیا کرتے تھے۔ آپ ان درسوں میں شریک ہوا کرتے جس سے آپ کی خداداد صلاحیتیں بیدار ہوئیں اور آپ نے اُن درسوں میں بیٹھ کر سب

شاگردوں میں فوقیت حاصل کرلی اور جلد ہی آپ مولانا کے عزیز ترین شاگردوں میں شامل ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا ملکہ عطا کیا تھا کہ دلیل دیتے تو بڑی مضبوط اور بحث کرتے تو بڑی پر اعتمادی سے کہ آپ کی دلیلوں کے آگے مد مقابل خاموش ہو جاتا۔ آپ کا حافظہ بھی بہت تیز تھا۔ آپ نے دہلی قیام کے دوران مولانا کمال الدین صاحب سے جو کہ ایک مشہور محدث تھے اڑھائی ہزار احادیث زبانی یاد کرلیں۔ اس طرح آپ علم کے میدان میں ایک اعلیٰ مقام پر فیض یاب ہو گئے۔ اور لوگ آپ کو مولانا نظام الدین ''بحاث'' کے نام سے پکارنے لگے۔

والدہ کی وفات

پیارے بچو! جو بھی اس دُنیا میں آیا ہے اُس کو ایک نہ ایک دن اپنے پیارے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے والد تو پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ والدہ موجود تھیں۔ اور آپ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ جب نیا چاند نکلا تو اپنی والدہ کو نئے چاند کی مبارک باد پیش کی۔ والدہ نے فرمایا آئندہ جب چاند نکلے گا تو کس کو مبارک باد پیش کرو گے۔ اس بات سے حضرت خواجہ نظام الدینؒ فوراً سمجھ گئے کہ والدہ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کرو گی۔ اس پر والدہ نے جواب دیا۔ اس کا جواب کل دونگی۔ آج کی رات تم شیخ نجیب الدین کے ہاں رہو۔ آپ والدہ کے حکم پر اُن کے ہاں چلے گئے۔

دوسرے دن صبح ابھی سورج بھی نہ نکلا تھا کہ ایک خادمہ دوڑی ہوئی آئی اور

حضرت نظام الدینؒ سے فرمایا کہ آپ کو والدہ یاد کرتی ہیں۔ آپ فوراً چلے گئے اور والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ والدہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کل تم مجھ سے پوچھتے تھے کہ مجھے کس کے حوالے کرو گے تو میں نے کہا تھا کہ کل بتاؤں گی اور اب میں بتاتی ہوں کہ میں تم کو اللہ کے سپرد کرتی ہوں۔ کہتے ہیں اس کے معاً بعد آپ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ فرماتے تھے کہ اگر میری والدہ میرے لئے سونے زیور اور جواہرات سے بھرا گھر چھوڑ کر جاتیں تو مجھے اس سے اس قدر خوشی نہ ہوتی جس قدر اس بات سے ہوئی کہ آپ نے مجھے اللہ کے سپرد کر دیا جو سب جہانوں کا مالک ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے پاس حاضری

پیارے بچو! ہمیشہ خداوالوں کو خداوالوں سے محبت ہوتی ہے اور یہ محبت ہی اُنہیں کشاں کشاں کھینچ کر اُن تک لے جاتی ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے سامنے ایک تاجر نے دوران گفتگو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے کچھ اوصاف بیان کیئے۔ ان اوصاف کا سننا تھا کہ آپ کے دل میں حضرت گنج شکرؒ کے لئے ایک خاص محبت پیدا ہوگئی۔ جب آپ دھلی آئے تو آپ کو حضرت شیخ نجیب الدین صاحب کے پڑوس میں گھر ملا آپ اکثر حضرب بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے سلسلہ میں باتیں کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کے دل میں آتش محبت اور بھڑک اُٹھی۔ حضرت شیخ نجیب الدین صاحب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بھائی تھے۔ ان کے ساتھ بار بار کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ آپ شوق ملاقات سے

لبریز ہو کر پاک پٹن پہنچ گئے اس کو اجودھن کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے دل میں غائب سے حضرت بابا فرید الدینؒ کے لئے محبت بھر دی تھی۔ایسے ہی غائبانہ طور پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے دل میں بھی حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے لئے محبت موجزن تھی۔جب آپ نے پاک پٹن پہنچ کر حضرت بابا فرید الدین صاحب سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا۔

اے آتشِ فراقت دِل ہا کباب کردہ

سیلاب اِشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

یعنی کتنے ہی دل ہیں جو تیرے ھجر کی آگ میں کباب ہوئے جاتے ہیں۔اور کتنی ہی زندگیاں ہیں جو تیری انتظار میں برباد ہوئی جاتی ہیں۔حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ بہت اعلیٰ پائے کے بزرگ گزرے ہیں۔آپ کا بزرگان امت میں بہت اونچا مقام ہے۔کتنے ہی تاجدار تھے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتنے ہی شہنشاہ تھے جو آپ کے حضور درخواست دُعا کرتے۔ ہر وقت علم و فضل والوں کا آپ کے گرد تانتا لگا رہتا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ فرید الدینؒ کے دل میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے تعلق سے ایک خاص محبت پیدا کر دی تھی۔ پہلے ہی دن آپ نے ارشاد فرمایا ہمارے اِس نو پردیسی طالب علم کے لئے جماعت خانہ میں چار پائی بچھائی جائے۔خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ جب میں لیٹنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ کتنے ہی معزز مسافر، حافظ، و عاشقان خدا ہونگے جو زمین پر لیٹے ہیں میں ان کے ہوتے ہوئے چار پائی پر کیوں لیٹوں۔اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ چار پائی پر نہ لیٹوں گا۔ لیکن خانقاہ

کے منتظم مولانا بدر الدین اسحٰق نے کہا کہ اگر تم نے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کرنی ہے تو چار پائی پر ہی سونا ہوگا۔اس پر میں مجبور ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ فرید الدینؒ کسی کو اپنی خلافت دینا چاہتے تھے اور فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ کسی مجلس میں اس بات کا آپ نے اظہار بھی فرمایا مگر آپ کے دل میں القاء ہوا نظام الدین دھلی سے آرہے ہیں۔اُن کا انتظار کرو۔

چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میں اُن کی بیعت کرنا چاہتا ہوں جو کہ فوراً قبول کر لی گئی۔اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے بیعت کر لی۔کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھائی پھر سورۃ اخلاص اس کے بعد آمن الرسول اور شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لا اِلٰهَ اِلّا هُوَ سے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام تک کی تلاوت کروائی اور فرمایا کہو: میں نے اس فقیر (حضرت بابا فرید گنج شکرؒ) اور اس کے خواجگان اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، اور عہد کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ پیر اور آنکھوں کو محفوظ رکھوں گا اور شریعت کا پابند رہونگا۔اس کے بعد قینچی لیکر بابا صاحب نے آپ کے بالوں کی ایک لٹ داہنی طرف سے کاٹ دی اور آپ کو اپنا ایک کُرتا عطا کیا اور اپنے ہاتھوں سے پہنایا۔اور ساتھ ہی یہ آیت پڑھی۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِکَ خَيْرٌ وَالعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

پھر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''آج میں نے ایک ایسا درخت لگایا ہے جس کے سائے میں بہت سی مخلوقِ خدا آرام پائے گی۔''

حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے جس وقت حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی بیعت کی اس وقت آپ کی عمر بیس برس تھی۔ بیعت کرنے کے بعد آپ نے باباؒ سے دریافت کیا کہ میرے لئے اب کیا حکم ہے کیا تعلیم جاری رکھوں یا پھر درود و وظائف میں لگ جاؤں۔اس پر آپ نے فرمایا:

''میں کسی کو پڑھنے سے نہیں روکتا۔درویش کے لئے تھوڑا علم بھی ضروری ہے۔ تم دونوں شغل جاری رکھواور دیکھوکون سا غالب آتا ہے۔''

بیعت لینے کے بعد آپ نے وصیت فرمائی اور فرمایا جو اس فقیر کا مرید ہوا ُسے قرض نہیں لینا چاہئے۔دوسرائی بار یہ فرمایا اپنے دُشمنوں کو خوش کرنا چاہئے اور حقدار کو اسکا حق دینا چاہئے۔ جب یہ وصیت سُن لی تو آپ نے اپنے اوپر غور کیا کہ کیا کسی حقدار کا کوئی میرے پر حق تو نہیں۔کسی کا کوئی قرض تو نہیں۔اس پر آپ کو یاد آیا کہ دہلی کے ایک بزاز سے کچھ کپڑا خرید کیا تھا۔اس کے بیس جیتل باقی ہیں۔اور کسی سے پڑھنے کے لئے ایک کتاب لی تھی وہ کھوگئی اور واپس نہ کی۔اس خیال کے آتے ہی دِل میں ارادہ کیا کہ دہلی جا کر سب سے پہلے یہی کام کرونگا۔

رقم اور کتاب کی واپسی

بچو! بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ نے یہی کام کئے۔سب سے پہلے آپ کچھ رقم لیکر بزاز کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میں نے آپ سے کپڑا لیا تھا اس کی قمیت میں سے کچھ باقی رہ گیا تھا باقی ماندہ رقم سے آدھی لے آیا ہوں یہ وصول کرلو۔باقی آدھی بھی بعد میں ادا کر دونگا۔ یہ بات سُن کر

بزاز نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی مسلمان کے پاس سے آئے ہو۔ جاؤ میں نے باقی کی آدھی رقم تم کو معاف کردی۔ اس کے بعد آپ کتاب والے کے پاس چلے گئے اور اُسے جا کر کہا کہ کیا تم کو یاد ہے کہ میں نے تم سے ایک کتاب پڑھنے کے لئے لی تھی وہ تو مجھ سے کہیں کھوگئی ہے۔ اب میں کسی کتاب سے نقل کر کے تمہیں نئی کتاب دے دونگا۔ اس بات کو سُن کر کتاب والے نے کہا کہ خواجہ صاحب آپ جس جگہ سے آرہے ہیں وہاں کا یہی اثر ہونا چاہئے تھا۔ بچو! دیکھا کیسا واقعہ ہے۔

نیک صالح لوگوں کے ساتھ رہنے سے زندگی بدل جاتی ہے انسان سے برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ نیکی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اسی لئے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی لوگوں کو بار بار قادیان آنے اور زیادہ سے زیادہ اپنی صحبت میں رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے کہ نیکوں کی صحبت کا اثر نیک ہوتا ہے اور بدوں کی صحبت کا اثر بد ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ ہی نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے۔

عاجزی وانکساری

پیارے بچو! جو اللہ والے ہو جاتے ہیں اُن میں عاجزی اور انکساری انتہاء درجہ کی پائی جاتی ہے۔ وہ سب کام اللہ کی رضاء کی خاطر ہی کرتے ہیں اُنکا اپنا کچھ نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ جس زمانہ میں پاک پٹن میں مقیم تھے۔ تو وہاں اُن کا ایک پرانا دوست آیا۔ آپ سے ملاقات کی آپ کا لباس نہایت سادہ اور پُرانا تھا۔ دیکھ کر کہنے لگا۔ نظام الدین تم نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اگر تم درس و تدریس میں

ہوتے تو مجتہد زمانہ ہوتے اور عیش سے زندگی بسر کرتے۔ آپ نے یہ بات بڑی خاموشی سے سُن لی اور معذرت کردی لیکن اس بات کا علم حضرت شیخ صاحبؒ کو ہو گیا۔ جب آپ حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت نظام الدینؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی تم سے یہ سوال کرے کہ تم نے دُنیاوی عیش و آرام کو چھوڑ کر فقیری کیوں اختیار کی تو تم کیا جواب دو گے۔ استاد کی تعظیم میں فرمایا جو ارشاد ہو وہی کہہ دوں۔ اس پر آپ نے ایک شعر پڑھا اور کہا کہ یہ جواب دینا۔ اس کا ترجمہ اس طرح ہے کہ:

''تمہارے اور میرے راستے الگ الگ ہیں۔ تمہارا راستہ سُکھ چین اور سلامتی کا راستہ ہے۔ اور میرا مسلک خاکساری اور انکساری ہے تم اپنے راستہ کو لو اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔''

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو حکم دیا کہ خانقاہ کے باورچی خانہ میں جاؤ اور جس قدر بھی کھانے بنے ہوئے ہیں وہ ایک خوان میں رکھ کر سر پر اُٹھاؤ اپنے دوست کے پاس لے جاؤ۔ دراصل یہ ایک اور انکساری کا رنگ تھا۔ جو آپ کو آپ کے استاد سکھانا چاہتے تھے اور خواجہ صاحبؒ کے دوست کو بھی سبق دینا چاہتے تھے۔

آپ نے فوراً تعمیل کی ہر قسم کے کھانے خوان میں رکھ کر سر پر اُٹھائے اور دوست کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ دوست نے جب آپ کو اس طرح آتے دیکھا تو دوڑتے ہوئے آئے اور رو پڑے سر سے خوان کو اُتارا دوست نے ماجرہ پوچھا تو آپ نے سب بتا دیا دوست بہت متاثر ہوا کہ تم کو شیخ نے اس قدر بے نفسی کے مقام تک

پہنچا دیا ہے۔ تم مجھے بھی شیخ کے پاس لے چلو۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو دوست نے نوکر کو بلایا کہ یہ خوان اُٹھاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔ اس پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں جس طرح میں اس خوان کو لایا ہوں اُسی طرح ہی اس کو واپس لے جاؤنگا۔

چنانچہ آپ خوان کو اُٹھائے اپنے دوست کو ساتھ لئے اپنے استاد کے پاس چلے گئے۔ دوست نے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور آپ کی بیعت کر لی۔

دیکھا بچو! نیکوں کی صحبت انسان کو کیسا بنا دیتی ہے۔ ہمیں بھی ہمیشہ اپنے سے بڑوں کی بات کو مان کر اس پر عمل کرنا چاہیئے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اور کامل تابع داری ہی میں ہر قسم کی برکت ہے۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کو اپنا جانشین مل چکا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ تین مرتبہ دھلی سے پاک پٹن گئے اور انہیں سفروں میں سے کسی سفر میں آپ کو خلافت دی گئی تھی۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے ایک شاگرد خاص جو کہ وہاں کی مسجد کے امام بھی تھے ان کا نام مولانا بدرالدین اسحاقؒ تھا بڑے ہی دُعا گو اور بزرگ انسان تھے۔ یہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت بدرالدین اسحٰق ہر وقت یادالٰہی میں غرق رہتے تھے اور دل کی حلیمی کا یہ حال تھا کہ ہر وقت آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔ اس وجہ سے اُن کی آنکھوں کی کویوں سے نالیاں سی بن گئی تھیں۔ کسی نے ایک مرتبہ ان کی اس تکلیف کو دیکھا کہ اس وجہ سے آنکھیں خراب ہوتی دکھائی دیتی ہیں تو حضرت اسحاق کو کہا کہ کیا آپ کے یہ آنسو کسی

وقت رک نہیں سکتے کہ تا آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔تو آپ فرمانے لگے کہ یہ تو میرے اختیار میں نہیں ہے۔ایسے خدا رسیدہ انسان کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت کرنے پر فخر تھا۔

ایک واقعہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت شیخ گنج شکرؒ کی وفات سے تین چار ماہ قبل ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔اس حاضری کے وقت کا ایک واقعہ تاریخ میں اس طرح سے درج ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور حضرت شیخ بیمار تھے۔روزے نہیں رکھ پاتے تھے آپ کو خربوزہ کھانے کی خواہش ہوئی آپ نے خربوزے کی ایک کاش کاٹ کر حضرت نظام الدینؒ کو دی۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ایک طرف اطاعت کا جذبہ اور پھر دوسری طرف اپنے پیر کا تبرک ان دونوں باتوں نے آپ کو اس سوچ میں ڈال دیا کہ نہ جانے پھر کب ایسا موقعہ ہاتھ آئے تو خیال آیا کہ روزہ توڑ لیتا ہوں اور اس کاش کو کھالیتا ہوں حالانکہ فرض روزہ تھا۔اور خیال کیا کہ اس کے بدلہ میں بعد میں کفارہ کے دو ماہ کے روزے رکھ لوں گا۔ابھی کاش منہ کی طرف گئی ہی تھی کہ حضرت شیخ نے فرمایا نہیں نہیں میرے لئے تو شریعت کی اجازت ہے تمہارے لئے جائز نہیں۔اس ارشاد پر فوراً باز آ گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کو حضرت شیخ نے ماہ شوال میں واپس دہلی روانہ کر دیا۔ حالانکہ آپ بیمار تھے۔اور اسی بیماری کے دوران ہی آپ کی وفات ہوگئی۔وفات سے قبل آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو یاد فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا:

''میں بھی اپنے شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی رحلت کے وقت اُن کے پاس حاضر نہ تھا ہانسی میں تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ بات بیان کرتے وقت آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ تمام حاضرین کے دل متاثر ہو گئے۔

حضرت نظام الدینؒ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی وفات کے بعد پاک پٹن گئے۔ حضرت گنج شکرؒ نے وفات سے قبل ایک وصیت کرتے وقت وہ تبرکات جو آپ کو اپنے شیخ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملے تھے اُن کو اپنے شاگرد خاص مولانا بدر الدین اسحاقؒ کے سپرد کیا کہ یہ تبرکات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو دے دیئے جائیں۔ جب آپ اجودھن حاضر ہوئے تو یہ تبرکات آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔

غیاث پور کا سفر

آپ کا قیام اگرچہ دہلی ہی میں تھا لیکن دہلی آنے کے بعد آپ نے ارادہ کیا کہ کسی پُرسکون جگہ پر قیام کیا جائے اور مجاہدات میں زندگی بسر کی جائے۔ ابھی آپ اسی سوچ میں تھے کہ آپ کو غیب سے غیاث پور کی ایک آواز سُنائی دی اور دل میں یہ ڈالا گیا کہ غیاث پور چلے جائیں۔ آپ نے یہ نام کبھی نہ سُنا تھا اسی سوچ میں تھے کہ کہاں سے معلوم ہو کہ غیاث پور کہاں ہے۔ آپ کے ایک دوست نیشاپوری دہلی میں رہا کرتے تھے آپ اُن سے ملاقات کی غرض سے گئے تو وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ وہ غیاث پور گئے ہوئے ہیں۔ اس پر آپ نے غیاث پور کا سفر اختیار کیا۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی آپ نے وہاں پر ہی سکونت اختیار کر لی۔

آپ کے قیام کے کچھ ہی عرصہ بعد سُلطان معز الدین کیقباد نے وہاں ایک قلعہ

تعمیر کروایا جس کا نام کیلوکھری رکھا۔ چونکہ یہاں بادشاہ کا قلعہ بن چکا تھا۔ لوگوں کا خوب آنا جانا ہوا اور آبادی بھی خوب ہوگئی حضرت خواجہ صاحب نے قلعہ بن جانے اور جوگھما گھمی ہوگئی تھی اس کو دیکھتے ہوئے غیاث پور کو بھی چھوڑ کر کسی اور پُرسکون جگہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا۔ بلکہ یہ بھی ارادہ کیا کہ دہلی ہی کو خیرآباد کر دینا چاہئے۔ اسی زمانہ میں آپ کے حدیث کے استاد شیخ امین الدین محمد تبریزیؒ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خواجہؒ نے وہاں جانے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ جب وہاں جاؤنگا تو پھر دہلی کی بجائے کسی اور طرف کا رُخ کرونگا۔ کہتے ہیں کہ یہ بات سوچ کر بیٹھے تھے کہ عصر کی نماز کے وقت ایک دبلا پتلا اور خوش شکل نوجوان نماز کے لئے آیا اور آتے ہی اُسنے حضرت نظام الدینؒ سے مخاطب ہوکر کہا:

اک روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کہ انگشت نمائے جہاں خواہی شد

یعنی جس دن تم چاند بنے تھے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک دن تمہاری طرف انگلیاں بھی اُٹھیں گی؟

کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کچھ اور باتیں بھی خواجہؒ کو کہیں جن کو خواجہؒ نے لکھ لیا۔ اس نے باتوں باتوں میں یہ بھی کہا کہ:

پہلے تو آدمی کو مشہور نہیں ہونا چاہئے۔ اور جب کوئی شخص مشہور ہو جائے تو پھر ایسا بننا چاہئے کہ کل روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ یہ کیا ہمت وحوصلہ ہے کہ خلق خدا سے بھاگ کر گوشہ

گیری اختیار کی جائے۔ اور خدا کی یاد میں مشغول ہوا جائے۔ اس کا مقصد تو یہ تھا کہ مخلوق خدا کے باوجود خدا میں مشغول ہوا جائے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب اس نوجوان نے اس قدر بات کرلی تو خواجہ صاحبؒ نے اس کے آگے کھانا رکھا لیکن اس نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ اس وقت خواجہ صاحبؒ نے نیت کی کہ میں اس کے سامنے سے نہ اُٹھوں گا۔ جب میں نے یہ نیت کرلی تو اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔

پیارے بچو! یہ نوجوان کون تھا کہاں سے آیا تھا اس کا تو علم نہیں لیکن جو باتیں اس نوجوان نے کہیں اُن کا خواجہ صاحبؒ پر بہت اثر ہوا اور غیاث پور کو چھوڑنے کا ارادہ ختم کردیا۔ اور وہاں رہ کر ہی اپنے مریدوں کے ساتھ ریاضت و مجاھدہ میں مشغول ہو گئے۔

آپ پر غیاث پور میں رہتے ہوئے بڑی سختی کے دن تھے۔ اکثر دن روزہ میں گزارا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات کئی کئی دن فاقہ کرنا پڑتا تھا۔ صرف خدا کی عبادت میں مشغول کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے اور نہ ہی کسی چیز کے حصول کی خواہش کرتے جو مل جاتا اسی میں شکر کرتے۔ آپ پر یہ تنگی کے دن کتنے عرصہ تک رہے اس کا کوئی تعین نہیں ملتا۔ کہتے ہیں کہ شہر سے باہر ایک جامع مسجد تھی سخت چلچلاتی دھوپ میں آپ پا پیادہ ہی نماز کے لئے وہاں تشریف لیجایا کرتے تھے۔

قناعت اور شکر گزاری کا پھل

پیارے بچو! تنگی کے دن ہمیشہ نہیں رہا کرتے۔ تنگی کے دن تو انسان کا امتحان

لینے کے لئے آیا کرتے ہیں اور پھر تنگی کے بعد آسانی کا میسر آنا ضروری امر ہے۔ خدا تعالیٰ اسی لئے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِنَّ مع الْعُسْرِ یُسْرًا. اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراًo

یعنی بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ یہ بزرگان امت ہر حالت میں خدا کی رضا پر ہی راضی رہتے ہیں ان کو کسی چیز کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کا خود کفیل ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ پر کہاں ایسا زمانہ تھا کہ کئی کئی دن فاقہ ہوتا صرف ایک مشکیزہ سے جو گھر میں لٹک رہا ہوتا تھا پانی پی کر گزارہ کرتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ ہزاروں فقیر اور ملاقاتی اور بزرگ اور دربار شاہی سے تعلق رکھنے والے آپ کے دسترخوان سے کھایا کرتے تھے۔

آپ کی شہرت بہت ہوگئی۔ عقیدت مند تحفے اور نذرانے لے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ دہلی کے بادشاہوں کے دربار بھی آپ کے دربار کے آگے ماند پڑ گئے۔ پھر یہ شہرت ہندوستان تک میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ بقول امیر خسرو آپ بے تخت وتاج شہنشاہ بن گئے۔

تاریخ میں آتا ہے کہ ہر وقت آپ کے دربار میں آنے والوں کا تانتا لگا رہتا ہر آنے والا کچھ نہ کچھ آپ کی خدمت میں ضرور پیش کرتا لیکن لانے والوں سے لینے والوں کی تعداد زیادہ ہوا کرتی تھی۔ آپ کسی بھی آنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ کا دسترخوان کسی شہنشاہ کے دسترخوان سے کم نہ تھا بلکہ ایک ہاتھ

آگے ہی تھا۔ بادشاہوں کے دسترخوان پر تو کسی کسی کو رسائی ہوتی تھی لیکن یہ دسترخوان ہر امیر غریب، مقیم مسافر، متقی اور گناہ گار سب کے لئے برابر تھا۔ کسی کے لئے بھی کوئی خاص مقام مقرر نہ تھا سب ایک ہی جگہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ پھر اس دسترخوان سے کھانا ساتھ لیجانے کی بھی پوری اجازت تھی۔ اور دہلی کے بڑے بڑے لوگ امیر خاندانوں کے افراد اس دسترخوان پر کھانا کھانا اپنے لئے فخر کا باعث خیال کیا کرتے تھے۔ اس طرح جو نذرانے بھی آتے یا آمدنی ہوتی اس سے ہزاروں ناداروں اور غریبوں کی پرورش ہوتی تھی۔

پیارے بچو! حضرت نظام الدینؒ کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کا یہ حال تھا کہ اُن کے ایک اشارہ پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار تھے۔ اور دوسری طرف اُن کے خوان پر دُنیا کی نعمتیں موجود ہوتیں لیکن آپ کا یہ حال تھا کہ ان خوانوں سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ تو بس یہی ایک آدھ روٹی کچھ سبزی یا تھوڑے سے چاول کھاتے اور سارا دن روزہ میں گزارتے۔ کہتے ہیں کہ آپ بعض اوقات سحری بھی نہ کھایا کرتے تھے آپ کے مرید نے ایک مرتبہ آپ سے کہا کہ آپ سحری تو کر لیا کریں۔ ورنہ کمزور ہو جائیں گے آپ نے فرمایا سینکڑوں بھوکے پیاسے بے کس اور غریب مسجد کے چبوترے پر پڑے رہتے ہیں میرے حلق سے کھانا کیسے اتر سکتا ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک امیر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسنے ایک بڑی زمین باغ اور بہت سے ساز و سامان کی دستاویزات آپ کی خدمت میں پیش کر دیں اور کہا کہ یہ میری طرف سے قبول فرمائیں۔ امیر حسن سنجری بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت مجلس میں موجود تھا۔ حضرت خواجہؒ نے ان چیزوں کے لینے سے

انکار کر دیا اور ہنس کر فرمایا:

''اگر میں اسکو قبول کر لوں تو پھر لوگ یہی کہا کریں گے کہ شیخ باغ کی سیر کو گئے ہیں۔ اور زمین اور کھیتی دیکھنے گئے ہیں اب میرے کام سے ان کاموں کی کیا مناسبت۔ ہمارے مشائخ اور بزرگوں میں سے کسی نے بھی کبھی بھی کوئی زمین جائیداد قبول نہیں کی۔ اس طرح آپ نے معذرت کر دی۔''

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا بھی عجیب رنگ تھا۔ جو بھی آجاتا رات تک سب خرچ کر دیتے تھے۔ اور ہر جمعہ کو ایک ایک چیز کا جائزہ لیکر سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے کہ کچھ رہ نہ جائے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسکو کھانا کھلانے کے بعد آپ نے اپنے ایک مرید کو فرمایا کہ انہیں آدھا تنکا دے دو۔ (تنکا اس زمانہ کا سکہ تھا) اس پر مرید نے جواب دیا کہ کچھ بھی دینے کے لئے نہیں ہے۔ فرمایا کسی سے پوچھو اور لیکر دے دو۔ سب سے پوچھا گیا کسی سے کچھ نہ ملا۔ اس پر مرید نے کہا کہ خانقاہ میں ایک بیل بندھا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اس کو بازار میں بیچ کر اس کو آدھا تنکا دے دو۔ بیل بازار لیگئے۔ بازار کا وقت گزر چکا تھا۔ یوں ہی بیل واپس آگیا۔ اس وقت اس بیل کی قیمت کوئی ۴ یا ۵ تنکے ہو گی۔ اس پر اس طالب علم نے کہا کہ مجھے بیل ہی دے دیا جائے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہاں بیل ہی اسے دے دو۔ دیکھا بچو! گھر پر کچھ بھی نہیں سوائے ایک بیل کے اور وہ بھی اس طالب علم کو

دے دیا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر بڑا بھروسہ اور یقین ہوتا ہے کہتے ہیں کہ جانے دو خدا تعالیٰ اور دے دے گا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک مرید کو جن کا نام خواجہ اقبال تھا فرمایا کہ اس آدمی کو شکر کی ایک پڑیا دے دو۔ وہ شخص بڑے اخلاص سے شکر کی پڑیا لیکر گھر چلا گیا۔ گھر جا کر جب اسنے وہ پڑیا کھولی تو دیکھا کہ اس میں بیس تنکے ہیں۔ وہ یہ سمجھا کہ خواجہ اقبال نے غلطی سے دوسری پڑیا دے دی ہے واپس حضرت نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے دوسری پڑیا دے دی گئی ہے۔ میں نے اسکو کھولا تو اس میں سے شکر کی جگہ بیس تنکے نکلے ہیں۔ اسے واپس کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اس پر حضرت نظام الدینؒ مسکرائے اور فرمایا۔ ارے خواجہ، یہ تو اللہ تمہیں دے رہا ہے ہم درمیان میں کون ہوتے ہیں؟ تم انہیں رکھ لو اور جیسے جی میں آئے اسے خرچ کرو۔

بچو! دراصل خواجہ نظام الدینؒ یہ بھی نہیں دیکھتے تھے کہ اُن کو پڑیا میں کون کیا رکھ کر دے گیا ہے۔ اور اُسی طرح ہی آپ آگے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

ایک واقعہ اور لکھتا ہوں وہ بھی اسی طرح کا ہے۔ آپ کا لباس تو بہت ہی سادہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن لوگ آپ کو اچھے اچھے اور بادشاہی لباس دے جایا کرتے تھے۔ اور یہ سوچ کر دیتے تھے کہ نذرانہ دینا ہے تو اچھا دو۔ تو اسی طرح اُن ؒ انوں میں سے آپ نے ایک کپڑے کا تھان ایک کو دے دیا۔ جب وہ گھر گیا تو اس میں سے سونے کے سکے نکل آئے۔ وہ شخص واپس آیا کہ غلطی سے تھان میں سونے کے سکے چلے گئے تھے واپس کرنے آیا ہوں۔ اس پر خواجہ صاحبؒ نے یہی فرمایا کہ جب اللہ تم کو دے رہا ہے

تو میں کون ہوتا ہوں یہ تمہارے ہی ہیں۔

دیکھا بچو! لوگ کیا دے جاتے تھے اس کا بھی خواجہ صاحبؒ کو علم نہ ہوتا اور جب وہ ظاہری چیز دیکھتے ہوئے کسی کو دے دیتے تو وہ لینے والے بھی بڑے ایماندار تھے واپس آتے کہ شائد اس میں پڑی چیز غلطی سے اُن کو چلی گئی ہے۔ لیکن آج کے دور میں یہ ایمانداری بہت کم نظر آتی ہے۔ ہمیں بھی ایماندار بننا چاہئے۔

بادشاہوں سے پرہیز

حضرت خواجہ نظام الدینؒ دہلی ہی میں رہے اور دہلی بہت سے بادشاہوں کا پایۂ تخت رہا۔ لیکن آپ بادشاہوں کے دربار میں قطعاً نہ جایا کرتے تھے۔ آپ کا کام اگرچہ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام تھا لیکن حکومتی معاملات میں اگر کہیں نقص دیکھتے تو اُسے بھی دور کرنے کی کوشش کرتے مگر آپ دربار وغیرہ میں نہ جایا کرتے تھے۔ اور بعض بادشاہ ایسے بھی گزرے جو آپ کے دربار میں آنا چاہتے تھے اور ملنا چاہتے تھے لیکن آپ نے اسکی بھی کسی کو اجازت نہ دی۔ جس زمانہ میں جلال الدین خلجی تخت نشین ہوا۔ جو کہ جوہر شناس اور ذی علم تھا اسنے خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کی اجازت چاہی مگر اُسے بھی اجازت نہ دی۔ ملنے کا شوق تھا بار بار درخواست کی مگر اجازت نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے امیر خسرو سے جو کہ خواجہؒ کے مرید تھے یہ خواہش کی کہ اُن کی مدد سے دربار میں بلا اطلاع حاضر ہو جائے۔ لیکن اسکی اطلاع اُنہوں نے خواجہ صاحب کو بھی کر دی اور خود وہاں سے غائب ہو گئے۔ اس بات کا علم جب بادشاہ کو ہوا تو وہ امیر خسرو پر بہت ناراض ہوئے۔ اس پر امیر خسرو نے فرمایا۔ کہ بادشاہ کی ناراضگی سے تو

جان کو خطرہ تھا اور پیر کی ناراضگی سے ایمان جانے کا خطرہ تھا۔

اسی طرح سلطان علاؤ الدین خلجی کو بھی حضرت خواجہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی وہ بھی ہمیشہ دربار نظامی میں حاضر ہونے کا شوق رکھتے تھے۔ جب بھی پیغام بھیجا تو فرمایا کہ حاضری کی ضرورت نہیں۔ غائبانہ دُعا کرتا ہوں اس پر بھی وہ مصر ہوئے اور حاضر ہونا چاہا تو آپ نے پیغام بھیجا کہ میرے گھر کے دو۲ دروازے ہیں تم ایک طرف سے آؤ گے تو میں دوسرے دروازے سے چلا جاؤں گا۔ الغرض آپ کو گوشہ نشینی محبوب تھی اور بادشاہوں کے دربار میں جانا یا اُن کا وہاں آنا آپ کو پسند نہ تھا۔ لیکن بادشاہ ہمیشہ ہی اپنی مطلب براری کے لئے حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی خدمت میں دُعا کے پیغام بھیجا کرتے اور اپنی خواہشات کا اظہار کر کے دُعا کروایا کرتے تھے۔

آپ کا استقلال

پیارے بچو! جو اللہ والے ہوتے ہیں۔ اُن سے دُنیا والے دشمنیاں بھی کیا کرتے ہیں۔ ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ خضر خان جو کہ سلطان علاؤ الدین کا ولی عہد تھا سلطان کے دوسرے بیٹے قطب الدین نے اُسے تخت شاہی سے محروم کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ خضر خاں حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ اور قطب الدین کو بڑی کدورت تھی۔ اور آپ بھی قطب الدین کو کسی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اُن دنوں دہلی میں یہ رواج تھا کہ ہر چاند کی پہلی رات شہر کے ممتاز لوگ بادشاہ کی خدمت میں نذر دیا کرتے تھے۔ اس تقریب میں خواجہ صاحب خود نہ جاتے بلکہ اپنے ایک خادم خاص اقبال کو بھیج دیتے تھے۔ اس پر قطب الدین کو بڑی چڑ ہوئی اُسنے کہہ

دیا کہ اگر آئندہ چاند پر خواجہ خود حاضر نہ ہوں تو پھر میں دیکھو کیا کرتا ہوں۔ اس بات کا چرچہ سارے شہر میں عام ہو گیا اور لوگ بھی فکر مند ہوئے کہ ایک طرف دنیا کا بادشاہ ہے تو دوسری طرف دین کا بادشاہ۔ پیارے بچو اللہ والوں کا ہمیشہ اللہ ہی ساتھ دیا کرتا ہے۔ ابھی دوسرا چاند نہ نکلا تھا کہ ایک رات قطب الدین کو خسرو جان نے سر کے بالوں سے پکڑا اور اپنا خنجر اس کے پہلو میں دے مارا اور اس کا سر قلم کر دیا۔ اس طرح آپ بادشاہ کے غضب سے محفوظ ہو گئے۔ (تغلق نامہ صفحہ:۱۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غالباً اسی واقعہ کے متعلق فرمایا کہ:

''ایسا ہی شیخ نظام الدین کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ کا سخت عتاب ان پر ہوا۔ اور حکم ہوا کہ ایک ہفتہ تک تم کو سخت سزا دی جائے گی۔ جب وہ دِن آیا تو وہ ایک مرید کی ران پر سر رکھ کر سوئے تھے۔ اس مرید کو جب بادشاہ کے حکم کا خیال آیا تو وہ رویا۔ اور اس کے آنسو شیخ پر گرے جس سے شیخ بیدار ہوا اور پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے اپنا خیال عرض کیا اور کہا کہ آج سزا کا دِن ہے۔ شیخ نے کہا کہ تم غم مت کھاؤ ہم کو کوئی سزا نہ ہوگی۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مارکھنڈ گائے مجھے مارنے کے واسطے آئی ہے۔ میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کر اس کو نیچے گرا دیا ہے۔ چنانچہ اسی دن بادشاہ سخت بیمار ہوا۔ اور ایسا سخت بیمار ہوا کہ اسی بیماری میں مر گیا۔

یہ تصرفات [illegible] بجھ میں نہیں آسکتے۔ جب وقت آجاتا ہے [illegible] کوئی نہ کوئی تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔ سب دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے

اذن کے بغیر کوئی جان بھی نہیں نکل سکتی خواہ کیسے ہی شدید عوارض ہوں۔ نا امید ہونے والا بت پرست سے بھی زیادہ کافر ہے۔" (ملفوظات جلد نمبر ۸ صفحہ ۳۷-۳۸)

ناراضگی اور انجام

کہتے ہیں کہ دہلی کے علماء کے درمیان احادیث کو سُن کر اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض لوگوں نے احادیث کے متعلق یہ عقیدہ بنا لیا کہ ان کا سننا بھی درست نہیں۔ اس کا حضرت خواجہ نظام الدینؒ کو بہت دکھ ہوا اور آپ ہمیشہ ہی احادیث کی اہمیت کو دُنیا والوں پر ظاہر کرتے رہتے۔ جب بحثیں بہت زیادہ ہو گئیں تو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس شہر کے علماء کا یہ حال ہو کہ انہیں حدیث سُننا تک گوارا نہیں اُس کا خُدا ہی حافظ ہے۔ عجب نہیں کہ اسکی اینٹ سے اینٹ بج جائے یا پھر کوئی سماوی آفت ہی آ جائے۔

کہتے ہیں کہ انہیں دنوں غیاث الدین تغلق کے بیٹے محمد تغلق نے دہلی کو چھوڑ اپنا دار السلطنت دولت آباد کو بنا لیا فرشتہ کے مورّخ لکھتے ہیں کہ سرکاری افسروں نے سب دہلی والوں کو دولت آباد بھیج دیا اور دہلی جو کہ دار السطنت تھا بالکل ویران ہو گئی اور لومڑیوں اور گیدڑوں کی آوازوں کے سوا اور کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔

اوصاف حمیدہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نماز باجماعت کے پابند تھے۔ اگرچہ ان کی رہائش بالا خانہ میں ہوا کرتی تھی لیکن پانچوں وقت باوجود آخری عمر میں کمزوریٔ صحت

کے جماعت خانہ میں آ کر ہی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کو اپنے گھروں کو عبادت الٰہی سے آباد کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ یہاں تک آپ کے ملفوظات سے ملتا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اپنے گھروں میں ایک پارہ پڑھنا مسجد میں ایک قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب اور قطب الدین صاحب اولیاء اللہ کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے اُن کا سچا تعلق تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو تمام انسانوں کی طرح وہ بھی زمینوں میں ہل چلاتے۔ معمولی کام کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ کے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ اُن کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ: ۲۲۰)

نیز ایک جگہ فرمایا:۔

''کہتے ہیں کہ کوئی شخص شیخ نظام الدین صاحب ولی اللہ کے پاس اپنے کسی ذاتی مطلب کے لئے دُعا کرانے کے واسطے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے واسطے دودھ چاول لے آ۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ عجیب ولی ہے۔ میں اس کے پاس اپنا مطلب لے کر آیا ہوں تو اس نے میرے آگے اپنا ایک مطلب پیش کر دیا ہے۔ مگر وہ چلا گیا اور دودھ چاول پکا کر لے آیا۔ جب وہ کھا چکے تو اُنہوں نے اس کے واسطے دُعا کی اور اس کی مشکل حل ہوگئی۔ تب نظام الدین صاحب نے اس کو بتلایا کہ میں نے تجھ سے دودھ چاول اس واسطے مانگے تھے کہ جب تو دُعا کرانے کے واسطے آیا تھا۔ تو تو میرے واسطے بالکل اجنبی آدمی تھا اور میرے دِل میں تیرے واسطے کوئی ہمدردی کا

ذریعہ نہ تھا۔ اس واسطے تیرے ساتھ ایک تعلق محبت پیدا کرنے کے واسطے میں نے یہ بات سوچی تھی۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ:۵۱-۵۲)

آپ کا تمام لوگوں سے ایک جیسا سلوک تھا کسی کے لئے کوئی خاص جگہ مقرر نہ کرتے۔ امیر غریب سب سے آپ کا برتاؤ ایک جیسا ہوتا آپ نے تجردانہ زندگی گزاری آپ کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن بچوں سے نہایت درجہ شفقت سے پیش آتے اور نوجوانوں کو ہمیشہ نیکی کی نصیحت کرتے اور اگر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہوجاتی تو صرف نظر فرماتے اور سمجھاتے۔ علم کے تعلق سے فرمایا کرتے تھے علم وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا ہو۔ اور جب سینہ علم باطن سے منور ہوتا ہے تو وہ حقیقتیں بھی اس پر آشکار ہوجاتی ہیں جن تک پہنچنے کے لئے سال ہا سال تک جانفشانی کرنی پڑتی ہے۔ اس علم کو علم لدُنی یا الہام بھی کہتے ہیں آپ ظاہری علم کے ساتھ ساتھ باطنی علم کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ اور جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو کہتے ہیں کہ آپ کے سینہ سے علم کے چشمیں پھوٹ پڑتے تھے اور بڑے بڑے علماء کو بھی آپ کی علمیت کے سامنے خاموش ہونا پڑتا تھا۔

آپ لوگوں سے عام بیعت لیا کرتے تھے اور بیعت لینے میں شریعت کی پابندی کا عہد لیتے اور گناہوں سے توبہ کرنے کا۔ اور اگر بیعت لینے کے بعد بھی کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتا اور وہ توبہ کرتا تو آپ اس کی اصلاح کی خاطر گناہوں سے توبہ کی خاطر پھر بیعت لے لیا کرتے تھے۔

آپ کے بہت شاگرد ہوئے جنہوں نے آپ کے بعد آپ کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی اور مخلوق خدا کی بہت خدمت کی۔ آپ کی وفات سے قبل ہی آپ کو اس

بات کا علم ہو گیا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اس سلسلہ میں امیر خسرو بیان کرتے ہیں کہ:

وفات

"جمعہ کا دِن تھا سلطان المشائخ پر ایک کیفیت تھی، نور تجلّی سے ان کا باطن منور معلوم ہو رہا تھا۔ نماز کے اندر بار بار سجدے فرماتے تھے۔ اسی حالت تحیّر میں مکان میں تشریف لائے۔ گریہ میں ترقی ہو گئی۔ روزانہ کئی کئی بار غیبوبت و استغراق ہو جاتا تھا۔ پھر توجہ ہو جاتی تھی۔ یہی فرماتے تھے آج جمعہ کا دن ہے۔ دوست کو دوست کا وعدہ یاد آتا ہے اور وہ اس کیفیت میں غرق ہو جاتا ہے۔ اسی حالت میں دریافت فرماتے نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور میں نماز پڑھ چکا ہوں؟ اگر جواب دیا جاتا کہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں تو فرماتے کہ پھر پڑھ لیں، ہر نماز کو مکرر ادا کرتے۔ جتنے دن اس عالم میں رہے یہ دو باتیں مکرر فرماتے۔ آج جمعہ کا دن ہے؟ ہم نماز پڑھ چکے ہیں؟ اور کبھی یہ مصرع پڑھتے

می یم می یم می یم"

خانقاہ میں جس قدر بھی مال جمع ہوا تھا سب تقسیم کروا دیا۔ اور کچھ بھی باقی نہ رکھا۔ وفات سے چالیس روز قبل کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ اور بات بھی بہت کم کرتے تھے آخر چہار شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو طلوع آفتاب کے بعد زہد و تقویٰ، معرفت و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ شیخ الاسلام رکن الدین نے پڑھائی۔ آپ کو خانقاہ کے باہر ہی میدان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس وقت آپ کا مزار پختہ ہے

کہتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق نے آپ کے مزار پر گنبد بنوایا تھا۔آج کل وہاں مجاوروں کا اڈا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی قبر پر لوگ سجدے کرتے ہیں اور چادریں چڑھاتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں جن کی اسلام میں سختی سے ممانعت ہے اور یہ شرک ہے جس سے اجتناب بہت ضروری ہے۔آج وہاں بیٹھے مجاور اُن کی تربت کی کمائی کھا رہے ہیں اللہ ہی ان لوگوں کو ہدایت نصیب کرے اور توحید پرست بنائے جس کی تربیت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے دی تھی۔

پیارے بچو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ کے مزار پر تشریف لے گئے تھے جہاں آپ کو بہت سے سائلین ملے اس سلسلہ میں ملفوظات میں درج ہے کہ:

''یہ سائیلین بہت پیچھے پڑتے ہیں پہلے معلوم نہ تھا ورنہ ان کے واسطے کچھ پیسے ساتھ لے آتے۔شیخ نظام الدین کی قبر پر سائل اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ آپس میں لڑنے لگ جاتے ہیں۔یہی ان کا رزق ہو گیا ہے۔جو ذلت کا رزق ہے۔رزق کی تنگی بعض لوگوں سے بہت بڑے کام کراتی ہے۔'' (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۹)

پیارے بچو یہ تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جن کی ہندوستان بھر میں بہت شہرت ہے۔

☆
☆☆☆
☆

HAZRAT KHAWAJA NIZAMUDDIN AULYA

In Urdu

Written By :

Burhan Ahmad Zafar Durani